قادیان میں احرار کی تبلیغی کانفرنس اور حکومت

سورۂ فاتحہ سے ایک اَور رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت

(فرمودہ ۹؍جون ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مجھے قادیان سے دورانِ سفر میں برابر اطلاعیں ملتی رہی ہیں کہ قریب ہی احرار قادیان میں ایک اور جلسہ کرنے والے ہیں اور یہ کہ جماعت کے وہ افراد جن تک یہ خبریں پہنچ رہی ہیں ان میں ایک ہیجان اور بے چینی پیدا ہے۔ احرار کے جلسہ کے کئی پہلو ہیں۔ ایک تو یہ ہے جو مجھے حیرت میں ڈال رہا ہے کہ چند سال پہلے یعنی قریباً چار ساڑھے چار سال قبل ۱۹۳۴ء میں بھی احرار کی طرف سے ایک جلسہ یہاں منعقد کیا گیا تھا وہ جلسہ جس رنگ میں ہوا اور اس کے جو نتائج پیدا ہوئے وہ گورنمنٹ کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے اور پوشیدہ نہیں ہیں کیونکہ وہ سارا معاملہ اسی کے ساتھ تعلق رکھتا تھا بلکہ جیسا کہ بعد کے واقعات سے معلوم ہوا اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کا بہت سا دخل اس جلسہ کے انعقاد میں تھا اور اسی کے اثر کے ماتحت زمین وغیرہ حاصل کی گئی تھی۔ جس وقت اُس جلسہ کے انعقاد کا اعلان ہوا ہم نے گورنمنٹ پر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ جلسہ تبلیغی نہیں ہے بلکہ محض جماعت احمدیہ کو مرعوب کرنے کی غرض سے ہے اور ایک سیاسی رنگ رکھتا ہے اور اس جماعت کے مرکز میں جو اِس کے نزدیک بہت مقدس جگہ ہے باہر سے جتھوں کو لا کر ڈال دینا اور مظاہرے کرنا کسی صورت میں بھی اچھے نتائج پیدا نہیں کر سکتا مگر گورنمنٹ نے

یہی جواب دیا کہ یہ تبلیغی جلسہ ہے اِس لئے ہم اسے نہیں روک سکتے لیکن جب وہ منعقد ہؤا تو مقامی افسروں کے اپنے رویّہ سے معلوم ہو گیا کہ وہ اسے تبلیغی جلسہ قرار نہیں دیتے تھے۔ اِس لئے کہ سرکاری افسروں نے ہم سے اقرار لیا کہ احمدی اِس جلسہ میں نہ جائیں اور یہ ظاہر ہے کہ قادیان میں اب قریباً نوّے فیصدی جماعت احمدیہ کے افراد ہی آباد ہیں اور جس جگہ ایک جماعت کی کثرت ہو وہاں تبلیغ کی غرض صرف یہی ہو سکتی ہے کہ دوسرے کو اپنے خیالات پیش کر کے اپنا ہم خیال بنایا جائے لیکن جن لوگوں کو جلسہ کرنے والے تبلیغ کر سکتے تھے ان کو افسروں نے وہاں جانے سے روک دیا۔ پس اِس جلسہ کو تبلیغی جلسہ قرار دینا محض عناد اور ضد تھا۔ اِس معاملہ میں اتنا تعہّد کیا گیا کہ ستکوہا کا ایک احمدی جو راستہ پر سے گزر کر اپنے گاؤں کو جا رہا تھا اُسے پولیس کے آدمی گرفتار کر کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس لے گئے کہ یہ احمدی اس رستہ سے گزر رہا تھا جس کے قریب احرار جلسہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ رستوں پر گزرنا کوئی جُرم نہیں خصوصاً جن کا رستہ وہی ہو۔ پھر اِس جلسہ کے دوران میں اِس قدر سختی کی گئی کہ حُکم دے دیا گیا کہ احمدی اپنا لٹریچر ان دنوں میں تقسیم نہ کریں اور اِسے اِس انتہاء تک پہنچایا گیا کہ ایک تھانیدار نے خود پہرہ داروں کے داروغہ کو بھیج کر بعض ٹریکٹ منگوائے چونکہ کہا گیا تھا کہ پولیس مانگتی ہے اس نے دے دیئے جس پر وہ ٹریکٹ سپرنٹنڈنٹ کے سامنے پیش کئے گئے کہ دیکھئے یہ ٹریکٹ احمدی تقسیم کرتے ہیں اور جب ان کو اصل حقیقت بتائی گئی تو اِسے سُن کر بھی اُنہوں نے یہ کہا کہ خواہ پولیس والے مانگنے آئے تھے انہیں یہ ٹریکٹ نہیں دینے چاہئیں تھے۔ اِس کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا اور اِس بارہ میں حکومت کو جو رویّہ اختیار کرنا پڑا اِس سے بھی ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک یہ جلسہ تبلیغی نہیں تھا بلکہ محض فتنہ وفساد کی غرض سے تھا مگر اِس کے انعقاد سے قبل گورنمنٹ کی طرف سے ہمیشہ یہی کہا جاتا رہا کہ یہ تبلیغی جلسہ ہے ہم اِسے کس طرح روک سکتے ہیں لیکن بعد میں سرایمرسن گورنر پنجاب خود مان گئے کہ یہ تبلیغی جلسہ نہیں تھا اور کہ آئندہ ایسا جلسہ نہیں ہوگا۔ گویا گورنمنٹ کے نقطۂ نگاہ سے سب سے بڑا افسر یعنی گورنر خود اقرار کر چُکا ہے کہ یہ جلسہ تبلیغی نہیں تھا اور کہ آئندہ ایسا جلسہ قادیان میں ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اب اگر باوجود اِس اقرار کے ایسا جلسہ ہو تو اِس سے سمجھا جائے گا کہ گورنمنٹ برطانیہ

کے کسی بڑے سے بڑے افسر کی زبان کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ کہا جاسکتا ہے کہ سرایمرسن آئندہ کے لئے کوئی وعدہ نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ سوال تو ہر گورنر کے متعلق ہوسکتا ہے۔ موجودہ گورنر بھی آئندہ کے لئے کوئی وعدہ نہیں کر سکتے اور ان کے بعد آنے والا بھی اگر اِس عذر کو درست تسلیم کیا جائے تو آئندہ کسی کو سرکاری حکام سے بات چیت کرتے وقت یقین نہیں ہوسکتا کہ وہ جو بات کر رہا ہے اُس کا کوئی مفید نتیجہ نکلے گا اور لوگ گورنر جیسے جلیل القدر عُہدہ پر فائز حاکم کے متعلق بھی مجبور ہوں گے کہ ان کے وعدہ کو بھی تسلیم نہ کریں کیونکہ خوف ہوگا کہ دوسرا گورنر بِلا حالات کی تبدیلی کے پہلے گورنر کی بات کو ردّ کر دے گا۔ پس اگر اِس جلسہ کی اجازت دے دی گئی تو ہم جن کے ساتھ یہ گفتگوئیں ہوئیں مجبور ہوں گے یہ کہنے پر کہ پنجاب میں گورنمنٹ برطانیہ کے سب سے بڑے نمائندہ نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا اُسے موجودہ گورنمنٹ نے توڑ دیا ہے۔

دوسرا نقطۂ نگاہ جو ہے وہ تبلیغی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ جلسہ تبلیغ کے لئے کیا گیا جیسا کہ احراری اعلان کرتے ہیں۔ اگر یہ واقعی تبلیغی ہے تو پھر اِس میں شمولیت سے ہمیں نہیں روکا جاسکتا۔ یہ عجیب دوغلی بات ہے کہ ایک طرف تو کہتے ہیں احمدی یہاں نہ آئیں اور دوسری طرف یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم نے قادیان کو فتح کر لیا ہے جن کو مرعوب کرنے یا تبلیغ کرنے کے لئے یہاں جلسہ کیا جاتا ہے ان کو تو روک دیا جاتا ہے کہ وہاں نہ جائیں اور پھر ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ احمدی مقابلہ پر نہیں آئے۔ ایسی صورت میں یہ ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ہمیں شمولیت سے روکا جائے اور پھر اگر کوئی ہمیں چیلنج دے تو ہرگز کسی کا حق نہیں ہوگا کہ ہمیں اِس کے قبول کرنے سے روکے۔ اگر کوئی لیکچرار ہمیں کوئی چیلنج دے گا تو ہمارا حق ہوگا کہ کھڑے ہو کر اِسے قبول کر لیں اور اِس کا جواب دیں۔ اگر گورنمنٹ اِس میں دخل دے گی اور ہمیں روکے گی تو آج اپنی طاقت سے وہ بے شک ہمیں روک دے لیکن تاریخ ضرور اِس بات کو محفوظ کرے گی کہ اس زمانہ کے افسر دیانت دار نہیں تھے اور حکومت کا نظام صحیح طور پر چلانے والے نہیں تھے۔ کمزور کو زور سے چُپ کرا لینا اور بات ہے مگر انصاف اور ہے۔ اِس کی ایک دلچسپ مثال ہمارے مُلک میں مشہور ہے کہ ایک بھیڑیا کسی نالے پر پانی پی رہا تھا اور کچھ فاصلہ پر کوئی بکری بھی پانی پی رہی تھی۔

بھیڑیے نے چاہا کہ اُسے کھا جائے اور اس کے لئے اس نے کوئی بہانہ تلاش کرنا چاہا وہ اوپر کی طرف تھا اور بکری نیچے کی طرف آخر اُسے اَور کوئی بہانہ نہ مِلا تو اُس نے بکری سے ڈانٹ کر کہا کہ ہمارا پینے کا پانی کیوں گدلا کر رہی ہو بکری نے عاجزی سے جواب دیا کہ مَیں تو نیچے کی طرف ہوں آپ کے ذریعہ گدلا ہو کر پانی میری طرف آ رہا ہے نہ کہ میری طرف سے گدلا ہو کر آپ کی طرف جا رہا ہے۔ اِس پر بھیڑیے کو اور تو کوئی بہانہ نہ سوجھا اِس نے کہا کہ گستاخ ، بے حیا سامنے بولتی ہے اور اِسے چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ اِس میں شُبہ نہیں کہ گورنمنٹ کے پاس فوج ہے، پولیس ہے، مجسٹریٹ ہیں، جیل خانے ہیں، وہ جسے چاہے پکڑ کر قید کر سکتی ہے مگر جس چیز پر اس کا قبضہ نہیں وہ بے انصافی کو انصاف قرار دینا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ دُنیا میں گزرے ہیں ہمارے وزراء اور افسروں سے بہت بڑے لیکن آج تاریخ ان کے کاموں پر سختی سے فیصلہ لکھ رہی ہے۔ سکولوں کے مدرّس اور کالجوں کے پروفیسر کس طرح دیدہ دلیری سے آج اورنگزیب پر اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اتنا بڑا بادشاہ تھا کہ ان مصنّفوں کی حیثیت اِس کے مقابلہ میں ایسی بھی نہیں جیسی کہ ایک نمبردار کے مقابلہ میں چوہڑے کی ہوتی ہے مگر وہ زمانہ گزر گیا اور بعد میں آنے والوں میں سے بعض نے اِس کے افعال کو ظالمانہ اور بعض نے منصفانہ کہا۔ اِس پر بہت بحثیں ہوئیں اور آج ہندو مؤرخ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اورنگزیب پر جو الزام لگائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر غلط ہیں مگر بعض بادشاہوں کے متعلق تحقیقات صحیح تھی اور اس بات کو دُنیا نے آہستہ آہستہ تسلیم کر لیا اور آج روم کے بادشاہ نیرو اور ہلاکو خان کو ظالم قرار دیا جا رہا ہے۔ وہ ایک دو افراد تھے مگر ان کی وجہ سے ساری قوم بدنام ہوئی۔

پس انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ اگر جلسہ ہو اور خالص تبلیغی ہو تو احمدیوں کو ایسے تبلیغی جلسہ میں جانے سے نہ روکا جائے اور اگر کوئی ہمیں چیلنج دے تو احمدی اِسے قبول کر لیں اور حکومت کی طرف سے انہیں اسے قبول کرنے سے ہرگز نہ روکا جائے لیکن اگر روکا گیا جیسا کہ پچھلی مرتبہ کیا گیا تھا تو ایسا کرنے والے تاریخی طور پر ظالم قرار پائیں گے اور ان کا اِس وقت کا زور اور طاقت ان کی قوم کو بدنامی سے نہ بچا سکے گی۔ اُس زمانہ میں جب پہلی دفعہ یہاں جلسہ ہوا جو ڈپٹی کمشنر تھا حکومت اس کی ہر بات کی تصدیق کرتی تھی اور ہر موقع پر یہی جواب دیتی تھی کہ

ہمارا مقامی افسر یُوں کہتا ہے مگر تھوڑے دنوں کے بعد اسے اقرار کرنا پڑا کہ وہ غلطی پر تھی۔ مَیں منالی میں تھا کہ مجھے گورنر کی چٹھی ملی کہ مَیں آپ سے باتیں کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے ملیں۔ مَیں مِلا اور متواتر چار گھنٹہ گفتگو ہوئی مجھے انہوں نے کہا کہ آپ ناراض کیوں ہیں؟ اور کس سے آپ کو شکایت ہے؟ مَیں نے کہا کہ پہلے تو آپ سے شکایت ہے۔ انہیں یہ اُمید نہ تھی کہ مَیں کہوں گا آپ سے شکایت ہے۔ اِس کے بعد گفتگو ہوتی رہی اور جب ہوتے ہوتے مَیں نے ڈپٹی کمشنر کے متعلق واقعات پیش کئے تو کئی جگہ اُنہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اس نے غلطی کی ہے۔ مَیں نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ پہلے تو آپ اِس کی ہر بات تسلیم کرتے گئے اور اب مانتے ہیں کہ بعض دفعہ اسے غلط فہمی ہوگئی اور بعض دفعہ حکومتِ بَالا نے اُسے مجبور کر دیا۔ اڑھائی سال کے بعد اِس ضلع میں ایک اَور ڈپٹی کمشنر مسٹر اِنز آئے ان کی یہ خواہش تھی کہ مَیں گورنمنٹ سے جماعت احمدیہ کی صلح کراؤں۔ وہ قادیان میں آئے اور مجھ سے ملے۔ بڑی لمبی چوڑی گفتگو ہوئی اور بعض باتیں اُن سے طے ہوئیں مثلاً ایک یہ کہ وہ پُرانا ریکارڈ نکال کر دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ جماعت احمدیہ کی غلطی تھی یا حُکام ضلع کی؟ اُنہوں نے پہلے تو کہا تھا کہ یہ اتنا بڑا طومار ہے کہ اِس کا پڑھنا مُشکل ہے مگر جب مَیں نے کہا کہ بہرحال آپ اسے دیکھیں اور ان واقعات کے متعلق اپنی رائے قائم کریں اس کے بغیر ہماری تسلی نہیں ہوسکتی تو اُنہوں نے وعدہ کیا کہ آہستہ آہستہ وہ ان مِسلوں کو پڑھیں گے۔ بعض حالات کی وجہ سے ان کو جلد یہ ضلع چھوڑنا پڑا مگر ہمارے ایک ذمّہ دار افسران کے جانے سے پہلے جب ان سے ملے تو انہوں نے ان سے کہا کہ مَیں نے اِس وقت تک تین چار کیس پڑھے ہیں ان کے متعلق میری رائے یہی ہے کہ اُس وقت کے ڈپٹی کمشنر کی غلطی تھی اور آپ حق پر تھے۔ افسوس ہے کہ وہ زیادہ دیر اِس ضلع میں نہ ٹھہر سکے ورنہ اُنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ مَیں باقی کاغذات بھی پڑھ کر اپنی رائے دوں گا۔ تو سرکاری حکام نے ہی بعد میں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر کی تردید کی مگر اُس زمانہ میں حکومت اُس کی ہر بات کو صحیح تسلیم کرتی تھی اِس قسم کی غلطی کی ایک اَور موٹی مثال ہے اُس وقت کی پنجاب گورنمنٹ کے بعض افسروں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ احمدی فساد کرتے ہیں مگر جب گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے اِس سے دریافت کیا گیا کہ احمدیوں پر یہ الزام کس بناء پر لگایا جاتا ہے؟ تو اُنہوں نے نہایت صفائی

کے ساتھ جواب دیا کہ نہیں ہم تو احمدیوں کو بڑا وفادار سمجھتے ہیں اور وہ جو کہتے تھے کہ ہم احمدیوں کو فسادی سمجھتے ہیں اُنہوں نے ہی جب یہ کہا کہ ہم تو اُنہیں بہت اچھا سمجھتے ہیں تو ہم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑے جھوٹے آدمی ہیں۔ اِس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ اِس قسم کا مخفی سرکلر جو جاری ہوا تھا اُس وقت کے گورنر سر ایمرسن صاحب نے مجھ سے بھی کہا اور دوسرے سلسلہ کے نمائندوں سے بھی کہا کہ اِس کا انہیں کوئی علم نہیں اور مَیں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ ان کی بات کو غلط قرار دوں۔ اِس لئے ماننا پڑتا ہے کہ یہ سرکلر کسی ماتحت افسر کا تھا۔ ہمیں اس سرکلر کا علم اِس طرح ہوا کہ ایک ڈپٹی کمشنر نے ہمارے ایک دوست کو جو اس کا بھی دوست تھا اس کی اطلاع دے دی کہ ایسی چِٹھی آئی ہے کہ جماعت احمدیہ اب خراب ہوگئی ہے۔ اِس کا خیال رکھا جائے مگر جب ہم نے گورنمنٹ سے اِس بارہ میں دریافت کیا تو اُس نے انکار کر دیا کہ ایسا کوئی سرکلر نہیں گیا مگر خدا تعالیٰ جب پکڑتا ہے تو ایسا پکڑتا ہے کہ کوئی جواب نہیں بَن پڑتا۔ اس نے ہمارے لئے یہ سامان کر دیا کہ راولپنڈی کے ایک تھانہ کی پولیس کا ایک ہیڈ کانسٹیبل ایک احمدیہ جماعت کے ہاں گیا اور کہا کہ جن لوگوں نے قادیان جانا ہے (یہ جلسہ کا موقع تھا) وہ اپنے نام لکھوائیں۔ حکومت کی طرف سے یہ ہدایت آئی ہے کہ جو لوگ قادیان جانا چاہیں اُن کی نگرانی کی جائے۔ (گویا جس طرح چوہڑوں اور سانسیوں کی نگرانی کی جاتی ہے اس طرح قادیان آنے والے احمدیوں کی نگرانی کا فیصلہ کیا گیا تھا) اس جماعت نے مجھے اِس کی اطلاع دی اور ہم نے حکومت کو لکھا کہ اب بتاؤ اِس کا کیا جواب ہے؟ مگر اِس کا کوئی جواب اس کے پاس نہ تھا وہ صرف یہ کہتے رہے کہ ہم نے کوئی ایسا آرڈر نہیں دیا اور آخر میں کہا کہ آپ اِس معاملہ پر زیادہ زور نہ دیں اور بات ختم کر دیں۔ ہم نے اِس بارہ میں ضلع میں بھی تحقیق کی اور معلوم ہوا کہ اِس تھانہ میں خفیہ آرڈر آیا تھا۔ تھانیدار اتفاق سے چھٹی پر تھا اور حوالدار انچارج تھا وہ شراب کا عادی تھا اور نشہ کی حالت میں تھا، ہدایت پر کانفیڈنشل لکھا ہوا تھا لیکن اُس نے نشہ کی حالت میں اِس کا خیال نہ کیا اور جَھٹ پروانہ لے کر وہاں جا پہنچا آخر جب ہم نے بار بار اِس کا جواب مانگا تو چیف سیکرٹری نے کہا کہ بس اب اِس بات کو چھوڑ دیں، زیادہ تنگ نہ کریں اور اب اِس سوال کا جواب نہ مانگیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ہماری ایسی مدد فرمائی کہ بار بار حکومت کو

اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑی۔ خود گورنر اِن کونسل کی چٹھی میرے پاس محفوظ ہے اور اگر یہ جلسہ ہؤا تو شاید مجھے اسے شائع کرنا پڑے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض ذمہ دار افسروں نے اِس موقع پر صریح جھوٹ سے کام لیا تھا کہ ایک چِٹھی میں تو لکھا ہے کہ آپ کی فلاں چِٹھی کی وجہ سے یہ کارروائی کی گئی تھی اور دس دن کے بعد ایک اَور چِٹھی آئی کہ اگر آپ کی فلاں چِٹھی کا ہمیں پتہ ہوتا تو ایسا نہ کیا جاتا۔ تو یہ واقعات ایسے ہیں جن سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اس زمانہ میں گورنمنٹ کو دھوکا دیا گیا اور اسے بھی اس دھوکا کی وجہ سے اپنے افسروں پر اعتبار کر کے بعض ایسی باتیں کہنی پڑیں جو غلط تھیں اور جن کی وجہ سے بعد میں اسے ندامت اُٹھانی پڑی۔ انہی دنوں میں پنجاب کے انسپکٹر جنرل پولیس چُھٹی پر ولایت گئے ہوئے تھے۔ مَیں نے دردؔ صاحب کو لکھا کہ آپ اِن سے ملیں اور پوچھیں کہ یہ کیا باتیں آپ لوگ کر رہے ہیں؟ قادیان کا جلسہ اور اِس موقع پر امام جماعت احمدیہ کو نوٹس آخر کس عقلمندی کا نتیجہ تھا؟ دردصاحب ان سے ملے تو اُنہوں نے بتایا کہ اصل میں ہمیں دھوکا دیا گیا تھا۔ پہلے ڈپٹی کمشنر نے چیف سیکرٹری کو فون کیا کہ احمدی لوگوں کو باہر سے بُلوا رہے ہیں اور ضرور فساد ہو جائے گا۔ اِس پر گورنر نے سی۔آئی۔ڈی سے دریافت کیا اس کے پاس آپ کی وہ چِٹھی پہنچ چکی تھی جس میں لکھا تھا کہ لوگوں کو باہر سے بلانے والی چِٹھی منسوخ کر دی گئی ہے۔ آئی۔جی نے دردؔ صاحب سے بیان کیا کہ سی۔آئی۔ڈی والوں نے وہ چِٹھی مِسل کے ساتھ شامل کر دی مگر جو افسر وہ مِسل دینے کے لئے آیا وہ زبانی یہ کہہ گیا کہ احمدیوں نے آدمی بلوانے والی چِٹھی کو منسوخ کرنے سے انکار کر دیا۔ حکومت نے اِس مسل کو دیکھے بغیر اِس افسر کی زبان پر اعتبار کر کے نوٹس جاری کر دیا بعد میں جب آپ نے احتجاج کیا اور اِس چِٹھی کو دیکھا گیا تو اس میں یہ لکھا ہؤا تھا کہ پہلی چٹھی منسوخ کر دی گئی ہے۔ اس زمانہ میں بعض افسروں نے ہمیں بھی اور حکومت کو بھی دھوکا دینا چاہا۔ ہمارے تو وہ مخالف تھے اِس لئے دینا ہی تھا اور ہم ان کے دھوکا میں آئے بھی نہیں لیکن مُشکل گورنمنٹ کے لئے تھی۔ ایک طرف تو وہ ان دھوکا دینے والے افسروں کی حفاظت کرنا چاہتی تھی اور دوسری طرف ان کے جھوٹوں کی وجہ سے اسے ندامت اُٹھانی پڑتی تھی اور وہ ایسی مصیبت میں مُبتلا تھی کہ کوئی جواب نہ بن پڑتا تھا اور اب اگر جلسہ ہو تو معلوم نہیں حکومت اب کیا جواب دے سکے گی؟

اس وقت کے لئے تو یہ جواب تھا کہ ایسے افسر تھے جو غلط رپورٹیں کرتے تھے اور اس لئے اس نے کہہ دیا کہ ہمیں دھوکا دیا گیا مگر اِس دفعہ اگر جلسہ ہو تو ہم کیا سمجھیں گے جب ایک دفعہ اِس جلسہ کا تجربہ ہو چُکا اور اِس کے فسادات ظاہر ہو چکے، نتائج کا علم ہو چُکا اور گورنمنٹ کو اپنی غلطی کو تسلیم بھی کرنا پڑا اور سب سے بڑے افسر نے خود یہ وعدہ کیا کہ آئندہ یہاں اِس قسم کا جلسہ نہیں ہو گا تو اگر اب یہ ہو تو لازماً اِس کے یہ معنی ہوں گے کہ اب حکومت دیدہ دانستہ اِس رائے پر چل رہی ہے جس پر چار سال قبل اس نے غلطی سے قدم مارا تھا۔ اُس وقت کی غلطی کو تو ماتحت افسروں کی دھوکا دہی کی طرف منسوب کر دیا گیا تھا اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس نے دیدہ دانستہ ایسا کیا لیکن اگر اب ہو تو اس کے صاف معنی یہ ہوں گے کہ وہ دیدہ دانستہ فساد چاہتی ہے۔ مجھے گورنمنٹ کی طرف سے ابھی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ آیا یہ جلسہ ہونے دے گی یا نہیں؟☆ لیکن میں حیرت میں ہوں کہ جیسا کہ مَیں نے سُنا ہے بعض مقامی حُکام نے کہا ہے کہ اِسے روکنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر یہ جلسہ ہو تو گورنمنٹ کیا جواب دے گی ہم کو اور دوسرے شرفاء کو؟

تیسرا نقطۂ نگاہ اِس کے متعلق ہماری جماعت کے لحاظ سے ہے اگر تو یہ تبلیغی جلسہ ہے تو ہمارے لئے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں اگر کوئی تبلیغ کے لئے آتا ہے تو بیشک آئے وہ ہمیں تبلیغ کرے ہم اُسے کریں گے اور اگر وہ تبلیغ کی حد تک محدود رہیں تو یقیناً ان کا آنا آخر کار ہمارے لئے مُفید ہو گا۔ ہمارے پاس سچائیاں ہیں اور موٹی سے موٹی دلیلیں ایسی ہیں جن سے ان کے اعتراضات ہوا میں اُڑ جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے ثبوت اور براہین عطا کئے ہیں اور ایسے نشانات آپ کی تائید کے ظاہر فرمائے ہیں کہ ہم یہ خیال بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی دُشمن ہمارے خیالات کو مشتبہ یا مشوّش کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان تقریروں سے مشوّش ہو سکتا ہے تو ان کے معنے یہ ہیں کہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

☆ اِس خطبہ کے بعد اطلاع مل چکی ہے کہ حکومت نے اِس جلسہ کو روک دیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہمارے آدمیوں سے بعض مقامی افسروں نے کہا تھا وہ ان کا ذاتی خیال تھا حکومت کا خیال نہ تھا۔ بہرحال حکومت نے ایک منصفانہ اقدام کیا ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے شکریہ کی مستحق ہے۔

درجہ کو سمجھا ہی نہیں ۔ پس ان تقریروں سے کسی احمدی کو گھبرانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اور ان کی تردید نہایت معمولی دلائل سے ہو سکتی ہے ۔ اگر کوئی شخص دن کو کہہ دے کہ رات ہے تو ہر شخص آسمان کو دیکھے گا اور کہہ دے گا کہ یہ غلط کہتا ہے ۔ ہے تو یہ ایک لغو سا لطیفہ مگر نقشہ اِس میں اچھا کھینچا گیا ہے ۔ کہتے ہیں کسی کو گانجا کھانے یا پینے کی عادت تھی مجھے پتہ نہیں اِسے کھاتے ہیں یا پیتے ہیں ۔ ایک دن موسم اچھا تھا اور وہ اپنے دل میں سرور اور لذت محسوس کر رہا تھا ۔ وہ اس دکاندار کے پاس گیا جس سے گانجا لیا کرتا تھا اور اُسے کہا کہ دیکھو مَیں دس بارہ سال سے تمہارا خریدار ہوں اور تم جانتے ہو تم گانجا اچھا دو یا بُرا مَیں نے کبھی شکایت نہیں کی لیکن آج مَیں تم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ایسا اچھا گانجا دو کہ جس سے بہت ہی نشہ ہو ۔ آج میرا دل سرور چاہتا ہے ۔ دکاندار نے گانجا دیا جسے اُس نے استعمال کیا اُس کے بعد وہ حمام میں گیا اور وہاں غسل کیا اور اُسے بہت غصّہ آیا کہ مجھے دکاندار نے میری تاکید کے باوجود ایسا گانجا دیا کہ جس سے کوئی نشہ نہیں ہؤا ۔ چنانچہ وہ دکاندار کے پاس گیا اور کہا کہ مَیں نے تمہیں پُرانا خریدار ہونے کا واسطہ دے کر سوال کیا تھا اور اتنی تاکید کی تھی مگر پھر بھی تم نے ایسا گانجا دیا کہ جس سے کوئی نشہ نہیں ہؤا ۔ دکاندار نے جواب دیا کہ میری زبان کا تو تمہیں اعتبار نہیں ہوگا اِس لئے مَیں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ ذرا سر جھُکا کر اپنے جسم کو دیکھو نشہ ہؤا ہے یا نہیں ۔ اُس نے دیکھا تو معلوم ہؤا کہ نشہ کی حالت میں وہ حمام سے ننگا ہی نِکل آیا ہے اور جب اُس نے نگاہ ڈالی تو شرمندہ ہو کر وہاں سے بھاگا ۔ تو سچائی پر کون پردہ ڈال سکتا ہے؟ کوئی ہزار باتیں بنائے صداقت کو نہیں چُھپا سکتا ۔

اِسی سفرِ سندھ میں ایک دن کسی بات پر مجھے سخت تکلیف اور رنج تھا اور سارا دن میری طبیعت پر اُس کا اثر رہا ۔ شدید گھبراہٹ تھی، رات کو مَیں نے بہت دُعا کی اور جب سویا تو ایک رؤیا دیکھا ۔ مَیں نے دیکھا کہ جیسے مَیں کسی غیر مُلک میں ہوں اور وہاں سے دوسرے مُلک کو واپسی کا سفر اختیار کرنے والا ہوں ۔ میرے ساتھ خاندان کی بعض مستورات بھی ہیں اور بعض مَرد بھی ۔ خواب میں مَیں سمجھتا ہوں جیسا کہ مَیں انگلستان میں ہوں اور فرانس سے ہو کر مشرق کی طرف آ رہا ہوں ہم ریل پر سوار ہونے کے لئے پیدل جا رہے ہیں ۔ ریل کے سفر کے بعد

جہاز پر چڑھنے کا خیال ہے۔ چلتے ہوئے ہم ایک خوبصورت چوک میں پہنچے جہاں ایک عالیشان مکان ہے اور اُس کا مالک کوئی انگریز ہے۔ مجھے کسی نے آ کر کہا کہ اُس کا مالک اور اُس کی بیوی آپ سے چند منٹ بات کرنا چاہتے ہیں اگر آپ تھوڑی سی تکلیف فرما کر وہاں چلیں تو بہت اچھا ہو۔ مَیں نے اُس سے ملنا منظور کر لیا اور مَیں بھی اور میرے ساتھ کی مستورات بھی اُس مکان میں گئیں۔ عورتیں جا کر اُس کی بیوی کے پاس بیٹھ گئیں اور باتیں کرنے لگیں اور مَیں اُس آدمی کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ مختلف علمی باتیں ہوتی رہیں۔ گفتگو کوئی مذہبی نہیں تھی بلکہ علمی تھی۔ مثلاً یہ کہ مستشرقین یعنی عربی دان انگریز کون کون سے ہیں؟ نیز بعض تمدنی تحقیقاتوں کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ باتوں باتوں میں اُس نے عبدالمحیی عرب کا ذکر کیا اور کہا کہ اُس نے فلاں انگریز کو عربی پڑھائی ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں عبدالمحیی کو جانتا ہوں وہ بوجہ عرب ہونے کے خراب شُدہ عربی بول لیتے ہیں مگر عربی کے کوئی عالم نہیں ہیں۔ اس نے کہا کہ خیر کتاب پڑھانا کیا مُشکل ہوتا ہے؟ لغت کی کتابیں دیکھ کر پڑھایا جا سکتا ہے جب وہاں سے چلنے لگے ہیں تو مَیں اپنے دل میں ڈرا ہوں کہ اُس کی بیوی اب مُجھ سے مصافحہ کرے گی اور مَیں اُسے کہتا ہوں کہ آپ بُرا نہ منائیں ہمارا مذہبی حکم ہے کہ عورتوں سے مصافحہ جائز نہیں۔ یہ سُن کر اُس کے چہرہ پر تو تغیر پیدا ہؤا مگر اُس نے جواب دیا کہ اگر آپ کے مذہب کا یہ حُکم ہے تو پھر بُرا منانے کی کیا بات ہے؟ اور پھر اس خیال سے کہ مجھے یہ خیال نہ ہو کہ اُس نے بُرا منایا ہے اُس نے ہنس کر کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اِس سفر کو کامیاب کرے۔ مَیں وہاں سے چلا اور مستورات کے ساتھ نیچے آیا ہوں تو بعض دوست نیچے کھڑے ہیں جن میں میر محمد اسمٰعیل صاحب اور دردؔ صاحب بھی ہیں۔ مَیں ان سے بات چیت کرتا اور کہتا ہوں کہ اب ہمیں چلنا چاہئے مگر وہ کہتے ہیں کہ شاید آپ کو خیال نہیں رہا کہ بڑی دیر ہو گئی ہے۔ رات کے دس بج چکے ہیں اور اب تو گاڑی جا چکی ہو گی۔ پھر وہ مجھے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کھانا کھا لیا؟ مَیں کہتا ہوں کہ نہیں ابھی کھانا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اہلِ خانہ نے بعض مہمانوں کو دو چار مرتبہ پیغام بھیجا تھا کہ آ جاؤ تا کھانا کھا سکیں اِس لئے ہمارا خیال تھا کہ آپ بھی کھا چکے ہیں۔ مَیں نے کہا ممکن ہے اِس کا خیال ہو کہ وہ آ جائیں تو کھا لیں مگر نہ وہ مہمان آئے اور نہ کھانا کھلایا گیا۔ پھر مَیں کہتا ہوں کہ اب کیا کِیا جائے؟ اور وہ کہتے ہیں کہ

ہوائی جہاز میں جا کر جہاز کو پکڑ سکتے ہیں مگر مَیں کہتا ہوں کہ اس میں خرچ بہت زیادہ ہوگا کل کیوں نہ چلے جائیں؟ اُس وقت خواب میں مَیں محسوس کرتا ہوں کہ گویا ہم مصر میں ہیں اور حج کے لئے جا رہے ہیں۔ میری یہ بات سُن کر غالباً درد صاحب نے کہا کہ ہمارا ابھی یہی خیال تھا کہ کل چلے جائیں تو اچھا رہے گا۔ اِس پر مَیں نے کہا کہ ہمیں ایک دن مل گیا ہے کیوں نہ قاہرہ مستورات کو دکھا لیں؟ گویا اس وقت ہم کسی ساحلِ بحر کے شہر میں ہیں۔ اُنہوں نے میری اس رائے کی تصدیق کی ہے مگر معاً مجھے خیال آیا کہ قاہرہ تو مَیں نے دیکھا ہؤا ہے (اور واقع دیکھا ہؤا ہے) اسکندریہ نہیں دیکھا وہاں چلے چلیں۔ مستورات نے تو نہ قاہرہ دیکھا ہے اور نہ اسکندریہ اِس لئے ان کے واسطے تو برابر ہے خواہ کہیں چلے جائیں۔ بہرحال اس وقت میں وہ ایک ہی شہر دیکھ سکتی ہیں مگر مجھے اسکندریہ دیکھنے کا موقع مل جائے گا اس پر مولوی ابوالعطاء صاحب جو اس وقت سامنے بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں کہتے ہیں کہ مجھے بھی یہی خیال آ رہا تھا کہ آپ سے کہوں کہ آپ اسکندریہ ہو آئیں۔ اتنے میں ذوالفقار علی خان صاحب نظر آئے اور وہ کہتے ہیں کہ یہاں کے تجار کے بعض لیڈر جو گویا ان کی مجلس اعلیٰ کے ممبر ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں، ایک دو منٹ ہی لیں گے۔ مَیں کہتا ہوں کہ وقت بہت ہو گیا ہے ابھی ہم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور صبح روانہ ہونا ہے مگر خیر آپ ان کو لے آئیں۔ چنانچہ وہ لے آئے اور ایک نیم دائرہ کی صورت میں کھڑے ہو گئے۔ ان میں بعض ترکی لباس میں ہیں اور بعض عربی میں ہیں ان سے مصافحہ کرتا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ جہاں ہم ہیں وہاں سنگ مرمر کا اچھا فرش ہے اِس پر کپڑے بچھا دیئے گئے اور ہم اِس پر بیٹھ گئے۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ ہمیں ہندوستان میں عربی میں گفتگو کرنے کی مشق نہیں ہوتی اس لئے اگر مَیں آہستہ آہستہ بات کروں تو آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ کا جواب بہرحال آ جائے گا۔ اِس پر ان میں سے ایک نے نہایت خطرناک بگڑی ہوئی گنواری عربی زبان میں کوئی بات کی مَیں نے اُسے کہا کہ ہم تو قرآن کریم کی زبان ہی جانتے ہیں آپ لوگوں کی بگڑی ہوئی زبان نہیں سمجھتے۔ بلکہ ہم میں سے بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی عربی عربی ہی نہیں اِس پر ایک شخص ان میں سے کہتا ہے کہ ہاں ہماری زبان بہت خراب ہو گئی ہے اور قرآنی زبان سے بہت دُور جا چکی ہے۔ اِس کے بعد ان میں سے

ایک شخص جس نے ترکی لباس پہنا ہوا ہے مجھے کہتا ہے کہ کیا مَیں انگریزی میں گفتگو کروں؟ اس کے بعد کوئی وجہ تو مجھے معلوم نہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ کو چھوڑ کر تھوڑے فاصلہ پر ہی دوسری جگہ پر جا بیٹھے ہیں۔ اس جگہ کی تبدیلی کی کوئی وجہ مجھے معلوم نہیں۔ شاید اندھیرا تھا اور ہم روشنی میں آنا چاہتے تھے خیر اس جگہ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی پر اعتراض کرنے شروع کئے اور نتیجہ یہ نکالا کہ یہ شخص مامور کس طرح ہوسکتا ہے؟ اِس وقت مجھے یہ احساس ہے کہ ان میں سے ایک شخص احمدیت سے متاثر ہو چُکا ہے اور یہ لوگ اِس لئے نہیں آئے کہ خود تحقیق کریں بلکہ اُن کی غرض یہ ہے کہ اُسے خراب کریں اور ان میں سے ایک ہنس کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب لُجۃ النور یا شاید کسی اَور کتاب کا نام لیتا اور کہتا ہے کہ وہ کتاب ہو تو ہم اس میں سے حوالہ پڑھ کر بھی سُنا سکتے ہیں۔ ان کے سوال کے جواب میں مَیں نے عربی زبان میں جواب دینا شروع کیا اور اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک اہلِ زبان قادر ہوتا ہے مَیں بے تکلفی سے عربی زبان میں باتیں کر رہا ہوں اور کوئی حجاب معلوم نہیں ہوتا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ اعتراض تو ہر بڑی سے بڑی سچائی پر بھی ہوسکتا ہے کوئی ایسی صداقت نہیں جس پر لوگوں نے اعتراض نہ کئے ہوں اور یہ سوال بے شک آپ کے نزدیک وقیع ہوں مگر مَیں تو اس وقت چند منٹ سے زیادہ آپ لوگوں کو نہیں دے سکتا۔ ہم نے ابھی کھانا بھی نہیں کھایا اور پھر صبح اسکندریہ جانا ہے اور وہاں سے واپس آ کر حج کے لئے روانہ ہونا ہے۔ اگر دو چار منٹ میں مَیں آپ کے سوالات کا جواب دوں تو اوّل تو آپ کی تسلی نہیں ہو سکے گی اور اگر ہو بھی جائے تو آپ کہیں گے ابھی فلاں سوال رہ گیا اور اگر مَیں ان کا جواب نہ دوں گا تو آپ کہیں گے آتا نہیں تھا۔ پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان پر اَور اعتراض پڑتے ہوں پھر ان کا جواب دینا ضروری ہوگا اور اتنا وقت میرے پاس نہیں۔ اس کا حل مَیں ایک آسان ترکیب سے کر دیتا ہوں ہر صداقت کے متعلق کچھ گُر ہوتے ہیں جن سے اس کو پرکھا جاسکتا ہے۔ پس قرآن کریم نے جو گُر بیان کئے ہیں اگر تو ان کے رو سے یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سچا ہے تو پھر اعتراضات کا یہ مطلب ہوگا کہ ہمارے خیال کی غلطی ہے کیونکہ قرآن کریم غلط نہیں ہوسکتا اور اگر ان گُروں کے رو سے آپ سچے ثابت

نہ ہوں تو خواہ ایک بھی اعتراض آپ پر نہ پڑے آپ جھوٹے ہوں گے۔ پھر مَیں ان سے کہتا ہوں کہ مَیں آپ لوگوں کو قرآن کریم کا ایک گُر بتاتا ہوں جو سورۂ فاتحہ میں بیان ہے اور یہ بیان کرنے سے پہلے مَیں نے جو فقرے کہے وہ مجھے ابھی تک یاد ہیں۔ مَیں نے کہا کہ وہ گُر ایسی سورۃ میں بیان کیا گیا ہے جو قرآن کریم کی ابتدا میں نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے اور جسے نماز کی ہر رکعت میں پڑھا جاتا ہے اور وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ اس کے بعد مَیں نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور کہا کہ اِس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے تین گروہ بیان کئے ہیں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ، اَلْمَغْضُوْبِ اور اَلضَّآلِّيْنَ اور بتایا ہے کہ دُنیا میں یا تو وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے انعام نازل ہوئے یا جن پر اس کا غضب بھڑکا اور یا ضَآلّ جنہوں نے خدا تعالیٰ کے راستہ کو چھوڑ دیا اور بندوں کو خدا کی جگہ دے دی۔

غرض یہ تین گروہ ہی قرآن کریم نے بیان کئے ہیں منعم علیہ، مغضوب اور ضال۔ اگر تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام منعم علیہ گروہ میں شامل ہیں تو خواہ ان پر کتنے اعتراض ہوں آپ جھوٹے نہیں ہو سکتے اور اگر مغضوب یا ضال میں سے ہیں تو پھر خواہ ایک بھی اعتراض نہ ہو آپ سچے نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک چھوٹا سا نکتہ ہے جس کے ماتحت ہم دیکھ لیتے ہیں کہ آپ کس گروہ میں ہیں۔ مَیں جس وقت یہ تقریر کر رہا ہوں تو مَیں نے دیکھا کہ مصریوں میں سے ایک شخص اس طرح سَر ہلا رہا ہے کہ گویا اس سے متاثر ہے اس پر اُس کے ساتھی ڈرے ہیں اور اُنہوں نے خیال کیا کہ پہلے جو شخص متاثر تھا ہم تو اُسے بگاڑنے کے لئے آئے تھے مگر اب تو یہ ڈر ہے کہ اِسے بگاڑنے کے بجائے اور بھی متاثر نہ ہو جائیں۔ اِس لئے جو اشد مخالف ہیں وہ ہنس کر کہتے ہیں کہ اجی ان باتوں سے کیا ہوتا ہے؟ آپ اصل سوال کا جواب دیں۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ سوالات تو ہزاروں ہیں اگر مَیں آپ کے اس سوال کا جواب دوں تو اوّل تو اتنے تنگ وقت میں آپ کی تسلی ممکن نہیں اور اگر ہو بھی جائے تو باقی سوال رہ جائیں گے اور آپ کو ہدایت کا موقع نہیں مل سکے گا اگر آپ کو اپنی ہدایت مقصود ہے تو آپ یہ طریق کیوں اختیار نہیں کرتے؟ یہ کہہ کر میں اس شخص کی طرف دیکھتا ہوں جس کے متعلق مجھے خیال ہے کہ اس کے دل میں ہدایت ہے اور جسے بگاڑنے کے لئے وہ لوگ گفتگو کرنے آئے ہیں اور اس کے چہرہ کو دیکھ کر

اندازہ کرتا ہوں کہ یہ شخص بھی کہیں یہ نتیجہ تو نہیں نکال رہا کہ مَیں بات ٹال رہا ہوں لیکن مَیں نے دیکھا کہ اس کے چہرہ پر یقین اور سرور کے آثار ہیں۔ جب اس کی نظر میری نظر سے ملی تو اس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ اچھا آپ سورۃ فاتحہ پڑھ کر دُعا کریں اور مَیں دُعا شروع کرتا ہوں۔ وہ لوگ بھی میرے ساتھ دُعا میں شریک ہوتے ہیں مگر کچھ دیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ مَیں نے جب دُعا ختم کی تو وہ شخص میرے سامنے آیا اور اپنا سر زمین پر اس طرح رکھ کر کہ ایک کلّہ نیچے اور دوسرا اوپر کی طرف ہے زمین پر لیٹ گیا۔ وہ رو رہا ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر پھیرتا ہے گویا برکت حاصل کر رہا ہے۔ اِس پر میری آنکھ کُھل گئی۔

مجھے یاد نہیں کہ سورۃ فاتحہ کا یہ مضمون مَیں نے پہلے کبھی بیان کیا ہو۔ یہ ایک قرآنی نکتہ ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ ہم نے بنا لیا ہے۔ ایسی موٹی دلیل ہے کہ کوئی شخص سچائی سے گریز نہیں کر سکتا۔ تین ہی گروہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ کوئی مغضوب اور ضال اور منعم علیہ نہیں ہو سکتا اور کوئی آیت قرآن کریم کی ایسی نہیں جو ثابت کرے کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے اور افترا کرنے والا مغضوب اور ضال نہیں ہوتا اور اس پر خدا تعالیٰ خوش ہو سکتا ہے۔ یہ ایسا زبردست نکتہ ہے کہ کہیں پیش کر و اس کا کوئی جواب کسی سے نہیں بن پڑے گا۔ اس کے علاوہ سینکڑوں ایسے نکتے ہیں کہ جن کو سامنے رکھ کر اگر حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا کہا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور قرآن کریم کو بھی جھوٹا کہنا پڑتا ہے اور سینکڑوں ایسے نکتے ہیں کہ جن کو سامنے رکھ کر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کو سچا تسلیم کیا جائے تو مجبوراً حضرت مرزا صاحب کو سچا ماننا پڑتا ہے۔ پس ایسے جلسوں سے ہمیں کیا گھبراہٹ ہو سکتی ہے؟ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں ایسے دلائل دیئے ہیں اور ہمارے ہاتھ میں ایسا زندہ قرآن دیا ہے کہ ہمارے دلوں میں کوئی شُبہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر ان سب باتوں کے علاوہ تازہ الہام اور رؤیا و کشوف ہیں جن کی جماعت میں اتنی کثرت ہے کہ کوئی شخص انکار کر ہی نہیں سکتا اور ان باتوں کی موجودگی میں احرار کا جلسہ ہمارے لئے کسی گھبراہٹ کا موجب نہیں ہو سکتا۔ باقی رہ گیا سوال رُعب کا تو یاد رکھو کہ تم زندہ خُدا کی جماعت ہو۔ بے شک تم میں کمزور بھی ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو جھوٹ بول لیتے ہیں، بعض ایسے بھی ہیں جو مَیں نے سُنا ہے کہ پولیس کے ایجنٹ ہیں، بعض ایسے بھی ہیں

جو چوریاں بھی کر لیتے ہیں مگر ایسے لوگ جماعت کا حصّہ نہیں ہیں ان کا احمدی کہلانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بھیڑیا بھیڑ کی کھال پہن لے۔ ایسے خبیث الطبع لوگ احمدیت سے دور ہیں۔ احمدی وہی ہیں جو سچائی پر قائم ہیں جو اپنے اخلاص، تقویٰ اور رضاءِ الٰہی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ایسی پاکبازوں کی جماعت کو دُنیا میں کوئی ڈرا نہیں سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ غارِ ثور میں موجود تھے کہ دُشمن سر پر پہنچ گیا اور کھوج لگانے والے نے کہا کہ یا تو آپ اِس غار میں ہیں اور یا آسمان پر چلے گئے ہیں اس سے آگے نہیں گئے۔ حضرت ابوبکرؓ اِس موقع پر گھبراتے ہیں مگر آپ فرماتے ہیں **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا** ابوبکر ڈرو نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔[1] پس ان بزدلوں، بدگہروں اور شریرالنفسوں کو چھوڑ کر جو احمدیت کی ہتک کرنے والے اور اپنے بُرے نمونہ سے اِسے بدنام کرنے والے ہیں۔ مخلصین سے میں کہتا ہوں کہ ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ احراری اور گورنمنٹ کے وہ عہدیدار جن کے دلوں میں ہمارا بُغض ہے بلکہ اگر کسی وقت دُنیا کی ساری گورنمنٹیں بھی اکٹھی ہو کر آئیں تو احمدیت کا بال بیکا نہیں کر سکتیں وہ طاقتیں اور حکومتیں خود تباہ ہو جائیں گی مگر احمدیت کامیاب اور مظفر و منصور ہو کر رہے گی۔''

اِس کے بعد حضور نے نماز پڑھائی اور سلام پھیرنے کے ساتھ ہی فرمایا کہ سب دوست اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور فرمایا کہ:-

''نماز کے اختتام کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ خواب میں جو دلیل بیان کرنے لگا تھا اور جس کے بیان کرنے سے خواب والے معترضین نے مجھے روک دیا تھا وہ مَیں اب اختصار کے ساتھ بیان کر دوں۔

وہ دلیل یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورۃ فاتحہ بہت دفعہ سکھائی تو متواتر سکھانے پر ایک دفعہ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ **مَغْضُوْبِ** کون ہیں؟ اور **ضَآلّ** کون؟ آپ نے فرمایا کہ **مَغْضُوْبِ** سے مراد یہودی اور **ضَآلّ** سے مراد نصاریٰ ہیں۔[2] اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تشریح فرما دی۔ یہودیت اپنی ذات میں کوئی بُری چیز نہیں۔ یہودی حضرت موسیٰ کی قوم ہیں اور آپ کے لائے ہوئے مذہب پر چلنے والے۔

وہ مَغْضُوْبِ ان خرابیوں کی وجہ سے قرار پائے جو بعد میں ان میں پیدا ہوئیں اور ان خرابیوں میں سے سب سے بڑی جو قرآن کریم نے بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور ضَآلّ کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا بنا دیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کے مطابق یہ گروہ کون بنتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو کام تو بہت نمایاں ہیں ایک یہ کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور دوسرا یہ کہ حضرت مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی طرف جو ایسے معجزے منسوب کئے جاتے ہیں جو الوہیت کی شان رکھتے ہیں وہ غلط ہیں اور یہ دونوں کام آپ کو زمرہ مَغْضُوْبِ وضَآلّ سے باہر ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ مَغْضُوْبِ تو وہ ہیں جنہوں نے حضرت مسیحؑ کا انکار کیا اور آپ نے تو خود مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور سب سے پہلے اس دعویٰ پر ایمان لائے اور ضَآلّ وہ ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی طرف خُدائی صفات منسوب کرتے ہیں اور آپ نے حضرت عیسیٰ کی خدائی کی گویا ٹانگ توڑ دی ہے۔ کیپٹن ڈگلس (جو اَب کرنیل ہیں) جب اِس ضلع کے ڈپٹی کمشنر ہو کر آئے تو چونکہ وہ متعصب عیسائی تھے اُنہوں نے یہاں آتے ہی کہا کہ یہ شخص ہمارے خدا کو مارتا ہے اِسے کوئی کچھ نہیں کہتا۔ گو بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی اور اُنہوں نے حضرت مسیح موعود کے ایک مقدمہ میں جو ایک پادری کی طرف سے تھا اعلیٰ انصاف سے کام لیا اور اب تک اس نشان کا خود ذکر دوسروں سے کرتے رہتے ہیں۔ تو آپ نے الوہیت مسیح پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے کہ خود عیسائی بھی اِس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اِسی سال کا ایک لطیفہ ہے کہ ہماری لاہور کی جماعت نے انگریزی میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں حضرت مسیح کی قبر کا فوٹو اور حالات درج تھے۔ وہ ٹریکٹ ایک دوست انگریزوں میں تقسیم کر رہے تھے کہ ایک دس بارہ سال کی لڑکی آواز سُن کر ٹریکٹ لینے کے لئے اپنے گھر سے باہر آ گئی اور ٹریکٹ لے کر جب اُسے دیکھا تو زور سے چھلانگ لگائی اور زور سے چلّا کر کہا۔ ابّا امّاں ہمارا خدا مر گیا یہ اس کی قبر ہے تو جس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کر کے الوہیت مسیح کے عقیدہ کو باطل ثابت کر دیا ہے وہ ضَآلّ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور جو

خود مدعیٔ مسیحیت ہو وہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ میں سے کس طرح ہو سکتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ دونوں کارنامے آپ کو قطعی طور پر مَغْضُوْبِ اور ضَـــآلّ کے زمرہ سے باہر نکالتے ہیں۔ اب تیسری بات اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی رہ گئی سو اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ آپ نے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ سے یہ الہام پایا کہ ''دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی کو دُنیا پر ظاہر کر دے گا۔''[۳] ایک اکیلا شخص جو بالکل گمنام تھا یہ دعویٰ کرتا ہے اور آج اس کے نام کی برکت سے اس گاؤں کو جس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ یہ ایک کوردیہہ تھا۔ اتنی ترقی ہوئی ہے کہ آج یہاں جمعہ کی نماز میں اتنے لوگ ہیں کہ بہت کم شہروں میں ہوتے ہوں گے۔ ہندوستان میں ایک لاکھ سے زیادہ آبادی رکھنے والے شہر پچاس سے زیادہ ہیں اور ہزاروں کی آبادی والے تو سینکڑوں ہیں مگر ان شہروں میں سے سوائے تین چار ایسے شہروں کے جن کی آبادی دو تین لاکھ سے زیادہ ہے کسی جگہ بھی اتنے آدمی جمعہ کے لئے ایک مسجد میں جمع نہیں ہوتے جتنے قادیان میں ہوتے ہیں اور پھر یہ سب کے سب باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللہ ۔کوئی صوبہ سندھ کا ہے، کوئی بمبئی کا اور کوئی سرحد کا۔ پھر پنجاب کے مختلف حصوں کے لوگ ہیں، عرب، سماٹری جاوی اور افریقی ہر قوم کے آدمی موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِس پیشگوئی کو پورا کر رہے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ''میں تیری تبلیغ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا''[۴] اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ حَانَ اَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ[۵] یعنی اب وقت آ گیا ہے کہ خدا تیری مدد کرے اور تجھے لوگوں میں معروف کرے اور آج اِس گاؤں کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ احراری سارے پنجاب کو چھوڑ کر یہاں جلسہ کے لئے آتے ہیں اور جیسا کہ اخبار الفضل میں ان کے ایک مولوی کی تقریر چھپی تھی اُس نے کہا کہ اگر مکّہ پر بھی حملہ ہو تو بھی مَیں قادیان میں رہنا زیادہ ضروری سمجھوں گا۔ گویا ایک اکیلا شخص جس نے دعویٰ کیا تھا آج اتنا طاقتور ہو چُکا ہے کہ بعض مولوی کہلانے والے مکّہ کو خطرہ میں چھوڑ دینا آسان سمجھتے ہیں مگر بقول ان کے قادیان کے فتنہ کے مدّ نظر وہ اِس حالت میں بھی قادیان کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ یہ دُشمن کی گھبراہٹ ہی

ثابت کر رہی ہے کہ آپ کو کس قدر قوت حاصل ہو چکی ہے۔ یہاں احرار کی طرف سے جلسہ کے انعقاد کی کوشش ہی اِس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہیں اور دُشمن مَغْضُوْبِ اور ضَآلّ کے زمرہ میں شامل ہے۔ مَغْضُوْبِ حضرت مسیح کے منکر ہیں اور یہ لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں۔ یہ کوئی بات نہیں کہ جھوٹا سمجھ کر انکار کرتے ہیں۔ یہودی بھی تو حضرت مسیح علیہ السلام کو جھوٹا سمجھ کر ہی انکار کرتے ہیں اور ضَآلّ حضرت عیسیٰ کی طرف خدائی صفات منسوب کرتے ہیں اور یہ بھی آپ کی طرف خدائی صفات منسوب کرتے ہیں۔ان کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح پرندے پیدا کرتے تھے اور غیب کی خبریں بتا دیتے تھے اور اب تک آسمان پر بغیر کھانے پینے کے زندہ ہیں اور مردہ زندہ کیا کرتے تھے اور یہ سب خدائی صفات ہیں جو یہ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ یہ حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے نہیں یہ کوئی بات نہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے جرمنی کا ایک بادشاہ ولیم تھا۔اُس کا ایک سفید رنگ کا گھوڑا تھا جس سے اُسے بے حد رغبت تھی وہ ایک دفعہ بیمار ہو گیا۔ بادشاہ نے ڈاکٹروں اور درباریوں کو بُلایا اور حُکم دیا کہ اس کا علاج کرو، اگر یہ مَر گیا تو مَیں تم کو قتل کر دوں گا۔اُنہوں نے بہت کوشش کی لیکن آخر گھوڑا مَر گیا۔اب سب حیران تھے کہ بادشاہ کو خبر کون دے؟ اس نے کہا ہؤا تھا کہ جس نے مجھے اِس کی موت کی خبر سب سے پہلے دی اُسے فوراً قتل کر دوں گا اور اگر نہ دی تو سب کو مروا دوں گا۔سب مشورہ کرنے لگے کہ کس کو بھیجا جائے؟ اِس کا ایک چہیتا نوکر تھا سب نے اُسے تجویز کیا اور اُسے کہا کہ تم جاؤ اور کسی ایسے انداز میں بات کرو کہ جس سے سب کی جانیں بچ جائیں۔ وہ بہت زیرک آدمی تھا جب بادشاہ کے سامنے پہنچا تو اُس نے پوچھا گھوڑے کا کیا حال ہے؟ نوکر نے جواب دیا کہ حضور بالکل آرام میں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا حالت ہے؟ اُس نے کہا حضور آنکھیں بند ہیں، آرام سے لیٹا ہے، حتّٰی کہ دُم تک بھی نہیں ہلاتا کامل سکون کی حالت ہے نہ اُس کا پیٹ ہلتا ہے اور نہ سینہ۔ بادشاہ نے یہ سُن کر کہا کہ اِس کے معنے ہیں کہ وہ مَر گیا۔ اُس نے کہا حضور یہ الفاظ مَیں نے نہیں کہے حضور ہی نے کہے ہیں۔تو یہی حال ان لوگوں کا ہے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پرندے پیدا کرتے تھے، اندھوں کو آنکھیں بخشتے تھے، مردے زندہ کیا کرتے تھے، غیب کی باتیں جانتے تھے، اُنیس سَو سال سے

آسمان پر بغیر کھانے کے زندہ بیٹھے ہیں مگر ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ خدا تھے یہ تو عیسائی کہتے ہیں۔ گویا جس امر کو اپنے عقیدہ سے ثابت کررہے ہیں مُنہ سے اُس کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ مُنہ کا انکار ان کو ضَآلّ ہونے سے نہیں بچا سکتا اور پھر ان کا عمل بتاتا ہے کہ وہ ایک مدعیٔ مسیحیت کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں جس کی وجہ سے اگر وہ سچا ہے تو یہ مَغْضُوْبِ قرار پاتے ہیں۔ پھر ان کا قادیان پر اس قدر حملے کرتے رہنا اِس بات کی دلیل ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب جیت گئے۔

پس ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ مَغْضُوْبِ اور ضَـــآلّ کے گروہ میں ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام منعم علیہ گروہ ہیں۔''

(الفضل ۱۶؍جون ۱۹۳۹ء)

۱؎ السیرة الحلبیة جلد۲ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۲؎ ترمذی ابواب تفسیر القران تفسیر سورة فاتحة الکتاب

۳؎ تذکرہ صفحہ ۱۰۴۔ ایڈیشن چہارم

۴؎ تذکرہ صفحہ ۳۱۲۔ ایڈیشن چہارم

۵؎ تذکرہ صفحہ ۶۶۔ ایڈیشن چہارم